AL-‘ULŪM ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)
https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/about
(July-December) 2025, (35-58)

عہدِ نبوی ﷺ کی جنگی حکمت عملی میں عسکری توازن: اسباب، مظاہر اور اثرات

انوارالحق، اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
سمیہ رفیق، صدر شعبہ، اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

The Strategy of Military Balance in the Prophetic Era: Causes, Manifestations, and Consequences

1. **Anwar Ul Haq (PhD)**
   Assistant Professor, (Visiting), Department of Islamic Thought & Culture, NUML, Karachi, Campus.
2. **Summayya Rafique (PhD)**,
   HOD, Department of Islamic Thought & Culture, NUML Karachi Campus.

Keywords:
Military Balance, Strategic Planning, Islamic State, Military Training, Intelligence.

Abstract: The military strategy of the Prophetic era was founded upon the principle of balance, through which Muslims were able to confront numerically and materially superior forces and eventually establish peace and stability despite their limited resources. This balance was not restricted to weapons or manpower alone; rather, it integrated spiritual reliance, moral discipline, organizational planning, psychological preparedness, and divine guidance. At the Battle of Badr, the Prophet (peace be on him) demonstrated strategic balance through careful formation, selection of positions, and control of water resources, transforming a small and ill-equipped force into an organized and confident army. After the setback at Uhud, he reinforced discipline and unity, teaching that victory is tied to obedience and strategic awareness, not numbers alone. During the Battle of the Trench, the Prophet (peace be on him) adopted an innovative defensive method unfamiliar to the Arabs, showing flexibility and openness to new tactical ideas when circumstances required them. This balance also appeared in the Treaty of Hudaybiyyah, where military restraint was combined with political foresight, turning apparent concession into long-term strategic advantage. The foundations of this balanced strategy lay in reliance upon Allah, prophetic insight, consultation (shūrā), intelligence gathering, moral training, and strict organization of ranks. Such balance generated psychological pressure on enemies, strengthened Muslim cohesion, and preserved ethical limits in warfare. Ultimately, it enabled the Muslims to move from weakness to authority, culminating in the conquest of Makkah and the establishment of political and social stability for the Islamic state.

How to Cite

Haq, A. ul, & Rafique (PhD), S. . . (2025). عہدِ نبوی ﷺ کی جنگی حکمت عملی میں عسکری توازن: اسباب، مظاہر اور اثرات: The Strategy of Military Balance in the Prophetic Era: Causes, Manifestations, and Consequences. *Al-‘Ulūm Journal of Islamic Studies*, *6*(2), 35–58. Retrieved from https://alulum.net/ojs/index.php/aujis/article/view/189

[1.] Corresponding author Email: anwar.ulhaq@numl.edu.pk

موضوع کا تعارف

عہدِ نبوی ﷺ تاریخِ اسلام کا وہ سنہری دور ہے جس میں دینِ اسلام نے نہ صرف فکری و روحانی بنیادیں فراہم کیں بلکہ سیاسی و عسکری سطح پر بھی ایک نئی مثال قائم کی۔ جنگی حکمتِ عملی میں عسکری توازن ایک ایسا اہم پہلو تھا جس کے ذریعے مسلمانوں نے محدود وسائل، کثیر دشمنوں اور پیچیدہ داخلی و خارجی حالات کے باوجود کامیابیاں حاصل کیں۔ یہ توازن محض عسکری سازوسامان تک محدود نہ تھا بلکہ اس میں ایمان، اتحاد، تدبیر، اخلاقی اصول اور دشمن کی طاقت کا درست تجزیہ شامل تھا۔ بدر، احد، خندق اور صلح حدیبیہ جیسے واقعات عسکری توازن کے روشن مظاہر ہیں، جنہوں نے اسلام کو دفاعی اور سفارتی دونوں سطحوں پر تقویت بخشی۔

اس تحقیق کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں عسکری توازن کے اسباب، مظاہر اور اثرات کس طرح ایک پائیدار جنگی و سیاسی حکمتِ عملی کی بنیاد بنے۔ یہ تحقیق یہ دکھانا چاہتی ہے کہ عسکری توازن محض طاقت کا مظاہرہ نہیں بلکہ ایک ہمہ جہتی نظام ہے جو اتحاد، اخلاقیات، وسائل کے منصفانہ استعمال، اور دشمن کی حکمتِ عملی کے مقابلے پر مبنی ہے۔ قاری اس مطالعے سے یہ سمجھ سکے گا کہ نبوی حکمتِ عملی آج کے دور میں بھی جنگی، دفاعی اور سفارتی میدانوں میں رہنمائی فراہم کر سکتی ہے۔

تحقیق کے بنیادی سوالات

1. عہدِ نبوی ﷺ میں عسکری توازن کے قیام کے بنیادی داخلی اور خارجی اسباب کیا تھے؟
2. نبی کریم ﷺ نے محدود وسائل کے باوجود جنگی حکمتِ عملی میں عسکری توازن کیسے قائم رکھا؟
3. مختلف غزوات اور صلح حدیبیہ جیسے واقعات میں عسکری توازن کے کون سے نمایاں مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں؟
4. اس عسکری توازن کے فوری اور طویل المدتی اثرات ریاستِ مدینہ اور جزیرۂ عرب پر کس طرح مرتب ہوئے؟
5. نبوی ﷺ جنگی حکمتِ عملی سے عصرِ حاضر میں عسکری اور سفارتی توازن کے لیے کیا رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے؟

سابقہ تحقیقی مواد کا جائزہ

عہدِ نبوی ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی اور غزوات کے بارے میں متعدد کتب اور مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ سیرت نگاروں جیسے ابن ہشام، ابن سعد، طبری اور واقدی نے بنیادی تاریخی مواد فراہم کیا، جن میں جنگوں کے واقعات اور ان کے اسباب و نتائج کی تفصیلات ملتی ہیں۔ جدید محققین نے بھی عسکری پہلوؤں کو بیان کیا ہے، جیسے بعض نے غزواتِ نبویہ کی سیاسی اہمیت پر توجہ دی، جبکہ بعض نے دفاعی حکمتِ عملی یا اسلامی قانونِ جنگ کو موضوع بنایا۔ تاہم ان

میں زیادہ تر تحقیقات کسی ایک پہلو تک محدود رہیں، مثلاً بعض نے صرف "غزوہ بدر" یا "غزوہ خندق" پر تفصیلی مطالعہ کیا، اور بعض نے صرف اخلاقی یا قانونی اصول بیان کیے۔

موجودہ تحقیق کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عسکری توازن کو ایک جامع فریم ورک کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جس میں داخلی و خارجی اسباب، مظاہر، اور اثرات کو یکجا کرکے ایک مربوط تصویر سامنے لائی گئی ہے۔ اس طرح یہ تحقیق نہ صرف تاریخی واقعات کو بیان کرتی ہے بلکہ ان سے اخذ کردہ اصولوں کو عصرِ حاضر کے عسکری و سفارتی تناظر میں بھی تطبیق دیتی ہے۔ یہ پہلو سابقہ تحقیقات سے اسے ممتاز بناتا ہے۔

تحقیقی طریقہ کار(Research Methodology)

یہ تحقیق بنیادی طور پر معیاری (Qualitative) اور تاریخی، تجزیاتی (Historical-Analytical) طریقہ کار پر مبنی ہے۔ اس میں درج ذیل مراحل اختیار کیے گئے ہیں:

1. **بنیادی ماخذات کا مطالعہ** – قرآنِ کریم، احادیثِ نبویہ، اور کتبِ سیرت (مثلاً السیرۃ النبویہ لابن ہشام، الطبقات الکبری لابن سعد، تاریخ الطبری) کو اصل ماخذ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔
2. **ثانوی ماخذات کا تجزیہ** – جدید عربی، اردو اور انگریزی تحقیقات، مقالات اور کتب کا مطالعہ کر کے ان میں موجود مباحث کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔
3. **تجزیہ اور تطبیق** – داخلی و خارجی اسباب، مظاہر اور اثرات کو الگ الگ مدون کر کے تجزیاتی انداز میں پیش کیا گیا ہے تاکہ عسکری توازن کی جامع تصویر ابھر سکے۔
4. **معاصر تناظر میں تطبیق** – حاصل شدہ نتائج کو عصرِ حاضر کے عسکری و سفارتی مسائل پر منطبق کر کے ان کی افادیت واضح کی گئی ہے۔

عسکری توازن کا مفہوم

عسکری توازن محض ہتھیاروں کی کثرت نہیں بلکہ ایک جامع حکمتِ عملی ہے۔ اور عصرِ حاضر میں عسکری توازن Military Balance کو عالمی امن کی ضمانت سمجھا جاتا ہے۔ جدید عسکری نظریات میں "Deterrence" کا تصور مرکزی حیثیت رکھتا ہے، جس کا مطلب ہے ایسی طاقت کی تیاری کہ دشمن حملے سے پہلے کئی بار سوچنے پر مجبور ہو۔ کارل فان کلاوزوٹز Carl von Clausewitz لکھتے ہیں:

> "The purpose of military power is not always to fight,
> but to deter the enemy from fighting."[1]

فوجی طاقت کا مقصد ہمیشہ جنگ کرنا نہیں ہوتا، بلکہ اکثر اس کا اصل ہدف دشمن کو جنگ سے باز رکھنا ہوتا ہے۔

1. Carl von Clausewitz, ***On War*** (London: The London Reprinting, 2006), Book VI, Chapter 2, p. 40.

اسی طرح سن زو Sun Tzu نے کہا:

"The supreme art of war is to subdue the enemy without fighting."[2]

جنگ کا اعلیٰ ترین فن یہ ہے کہ دشمن کو لڑے بغیر زیر کر لیا جائے۔

اسلام بھی اعتدال اور توازن کا خواہاں ہے بالخصوص عسکری حکمتِ عملی میں توازن کو بنیادی حیثیت قرار دیتا ہے جو مادی قوت اور اخلاقی اصول کو یکجا کرتی ہے۔ قرآن کریم نے واضح فرمایا:

﴿ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾[3]

"اور ان کے مقابلے کے لیے جو کچھ تم سے ہو سکے طاقت تیار رکھو اور بندھے ہوئے گھوڑے بھی تاکہ اس کے ذریعے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراؤ۔"

امام قرطبیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "قُوَّة" سے مراد ہر وہ قوت ہے جو دشمن کے مقابلے میں برتری عطا کرے، خواہ وہ اسلحہ ہو، حکمت عملی ہو یا جنگی ٹیکنالوجی۔[4] ابن خلدون عسکری طاقت کو ریاست کے عروج و زوال کا بنیادی سبب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إنَّ الملكَ لا يُحافَظُ إلّا بالشوكةِ، والشوكةُ لا تقومُ إلّا بالعصبةِ والسلاح۔"[5]

حکومت کی حفاظت صرف عسکری قوت سے ہوتی ہے، اور یہ قوت قبیلے کی یکجہتی اور ہتھیاروں کے ذریعے قائم رہتی ہے۔

کارل فان کلاوزوٹز عسکری توازن کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"Military balance is the state of relative parity between opposing forces that ensures deterrence, prevents war, and safeguards national security."[6]

عسکری توازن مخالف قوتوں کے درمیان وہ برابری کی کیفیت ہے جو دشمن کو روکے، جنگ کو ٹالے اور قومی سلامتی کو محفوظ بنائے۔

قرآن وحدیث میں عسکری توازن کے عمومی اصول

قرآن وحدیث میں عسکری توازن کے عمومی اصول ایک منظم، عدل پر مبنی اور حکیمانہ جنگی حکمتِ عملی کی بنیاد

---

2. Sun Tzu, ***The Art of War***, translated by Lionel Giles (New Delhi: M.A. Publishers, 2004), Chapter 3, p. 83.

3. **القرآن**: 9:60۔

4. محمدبن احمد القرطبی، **الجامع لاحکام القرآن** (قاہرہ: دارالکتب المصریہ،1964ء)، 1:40۔

5. عبدالرحمن ابن خلدون ، **مقدمہ ابن خلدون** (بیروت: دار الکتاب العربیہ، 1425ھ)، 235۔

6. Carl von Clausewitz, ***On War***, Book VI (Princeton, New Jersey: Princeton University Press, 1989), P: 40.

فراہم کرتے ہیں۔ان میں دفاعی تیاری، اتحاد و نظم، وسائل کا مؤثر استعمال اور دشمن کی حکمتِ عملی کا ادراک شامل ہے۔یہی اصول بعد میں نہ صرف اسلامی عسکری فکر اور فتوحات کی اساس بنے بلکہ پوری دنیا کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہوئے۔جن کو ذیل میں بیان کرتے ہیں:

1. تیاری Preparation
2. جارحیت سے اجتناب
3. نظم وضبط اور اتحاد
4. حکمت وتدبیر
5. صبر واستقامت
6. مشاورت
7. انٹیلی جنس اور خفیہ معلومات
8. لچکدار تدبیر
9. غیر مقاتلین کا تحفظ
10. معاہدات کی پاسداری
11. امن وعدل کا قیام

جدید عسکری توازن کے عمومی اصول درج ذیل ہیں:

1. ڈیٹرنس Deterrence
2. جدید ٹیکنالوجی پر کنٹرول
3. انٹیلی جنس اور انفارمیشن وارفیئر
4. ملٹی ڈومین وارفیئر
5. لچکدار حکمتِ عملی
6. اتحاد و کولیشن فورسز
7. معاشی وصنعتی طاقت
8. نفسیاتی واخلاقی جنگ
9. معاہدات اور سفارتکاری
10. سافٹ پاور اور عالمی رائے عامہ

عہدِ نبوی ﷺ میں جنگی ماحول کی ناگزیر وجوہات

عہدِ نبوی ﷺ میں جنگی ماحول کی ناگزیر وجوہات کا تعلق اُس وقت کے سماجی، سیاسی اور مذہبی حالات سے تھا۔ جزیرۂ عرب کا قبائلی نظام طاقت کے توازن اور غلبے پر قائم تھا، جہاں جنگ کو بقا اور اثر و رسوخ کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ مدینہ کی ریاست کو قریش کی بیرونی دشمنی، یہودی قبائل کی سازشوں، اور منافقین کی ریشہ دوانیوں جیسے داخلی و خارجی چیلنجز درپیش تھے جو کہ مختصراً درج ذیل ہیں:

1۔ قریش مکہ کی جارحیت اور ظلم وستم

اسلام کی ابتدائی دعوت کے ساتھ ہی قریش نے سخت مخالفت شروع کر دی۔ مکہ میں مسلمانوں کو اذیتیں دی گئیں، اموال ضبط کیے گئے اور شعبِ ابی طالب میں مکمل سماجی و اقتصادی بائیکاٹ کیا گیا۔[7] ہجرتِ مدینہ کے بعد بھی قریش نے مسلمانوں کو چین سے نہ بیٹھنے دیا بلکہ مسلسل معاہدوں کی خلاف ورزی کرتے رہے اور فوجی حملوں کی تیاری کی۔ قرآن نے اس ظلم وزیادتی کو جنگ کی اجازت دینے کی بنیادی وجہ بتایا:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾[8]

”جن لوگوں سے قتال کیا جارہا ہے انہیں اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ ان پر ظلم ہوا ہے، اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔“

یعنی مسلمانوں کے لیے جنگی تیاری قریش کی جانب سے مسلط کردہ فتنے اور جبر کو ختم کرنے کا ناگزیر ذریعہ تھی، نیز یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جنگ مسلمانوں پر مسلط کی گئی اور وہ صرف اپنے دفاع میں اٹھے، لہٰذا عسکری ماحول قریش کی جارحیت کی بنا پر ناگزیر تھا۔

2۔ یہود اور منافقین کی سازشیں

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ایک طرف یہود نے بار بار معاہدے توڑ کر دشمنوں سے اتحاد کیا، تو دوسری طرف منافقین نے اندرونی خلفشار پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف قریش اور دیگر قبائل سے گٹھ جوڑ کیا۔ امام طبری لکھتے ہیں:

"كان اليهود يثيرون العداوة ويظاهرون المشركين على رسول الله ﷺ۔"[9]

یہود عداوت کو بھڑکاتے اور مشرکین کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف تعاون کرتے تھے۔

اسی طرح قرآن نے منافقین کی سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ﴾[10]

---

[7]۔ عبدالملک بن ہشام، **السيرة النبوية** (مصر: مکتبہ مصطفیٰ البابی، 1955ء)، 1:265۔

[8]۔ **القرآن**: 22:39۔

[9]۔ محمدبن جریر الطبری، **تاريخ الرسل والملوک** (مصر:دارالمعارف، 1967ء)، 2:234۔

[10]۔ **القرآن**: 10:47۔

اگر یہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہارے اندر فساد کے سوا کچھ نہ بڑھاتے اور تمہارے درمیان فتنہ ڈالنے کی کوشش کرتے۔

اسی طرح سورہ احزاب کی آیت 12 میں بھی منافقین کا ذکر ہے کہ انہوں نے مسلمانوں بار بار حوصلے توڑنے کی کوشش کی۔ انہیں مسلسل سازشوں نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ عسکری توازن اور دفاعی حکمت عملی کے ساتھ ریاست کو محفوظ کریں۔ اور اپنی دفاعی تیاری کو ناگزیر بنالیں۔

3۔ جغرافیائی و سیاسی ضرورت

مدینہ منورہ کی جغرافیائی حیثیت بھی جنگی ماحول کی ایک بڑی وجہ تھی۔ یہ شہر شام اور یمن کے تجارتی راستوں کے سنگم پر واقع تھا اور قریش کے لیے اس کی سیاسی و اقتصادی اہمیت مسلمہ تھی۔ مسلمانوں کے لیے ان راستوں کا تحفظ، داخلی امن کا قیام اور بیرونی دشمنوں کے حملوں کا سدباب لازم تھا۔ قرآن نے اس حقیقت کو بیان کیا کہ اگر جنگی تیاری نہ ہوتی تو نہ صرف مسلمانوں کی آزادی بلکہ تمام مذاہب کے عبادت خانے بھی خطرے میں پڑ جاتے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا﴾[11]

اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے نہ روکتا تو خانقاہیں، گرجے، عبادت خانے اور مسجدیں منہدم کر دی جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔

یعنی جنگی ماحول دراصل امنِ عامہ، مذہبی آزادی اور ریاست کے تحفظ کے لیے ایک ناگزیر ضرورت تھی کہ مسلمان عسکری توازن اور دفاعی تیاری کسی اختیاری امر کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ دشمن کے مسلسل دباؤ اور سازشوں کے باعث ایک ناگزیر حقیقت تھی۔

عہدِ نبوی ﷺ میں عسکری توازن کے اہم اسباب

عہدِ نبوی ﷺ میں عسکری توازن کے اسباب متنوع اور گہرے سیاسی، سماجی اور دفاعی عوامل پر مشتمل تھے۔ مدینہ کی جغرافیائی پوزیشن، محدود وسائل، یہودی قبائل کی سازشیں اور منافقین کی رکاوٹیں داخلی طور پر عسکری تیاری کو ناگزیر بناتی تھیں، جبکہ قریش کی مسلسل دشمنی، اطراف کے قبائل کی یلغار اور بڑی طاقتوں کے اثرات خارجی دباؤ کا سبب تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکمت، تدبیر اور وسائل کے منصفانہ استعمال سے داخلی اتحاد کو مضبوط کیا اور خارجی خطرات کا مقابلہ کیا۔ جن کو ذیل بیان کرتے ہیں:

داخلی اسباب

1. **مدینہ منورہ کی جغرافیائی اور دفاعی ضرورت**

---

[11]۔ القرآن: 22:40۔

مدینہ منورہ کی جغرافیائی حیثیت اسلامی ریاست کے دفاعی ڈھانچے میں بنیادی اہمیت رکھتی تھی۔ مدینہ کھجور کے باغات اور آتش فشانی پتھروں حرّات سے گھرا ہوا تھا، جس کی وجہ سے یہ شہر ایک قدرتی قلعہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن شمال اور جنوب کی سمت سے کھلی گزرگاہیں دشمن کے حملے کے لیے استعمال ہو سکتی تھیں۔ اس جغرافیائی کیفیت نے مسلمانوں کو عسکری توازن کے اصول اپنانے پر مجبور کیا تاکہ شہر کے دفاع کو مستحکم بنایا جا سکے۔ علامہ حلبیؒ نے مدینہ کی جغرافیائی ساخت بیان کرتے ہوئے لکھا:

"كان أحد جوانب المدينة عورة، وسائر جوانبها مشتبكة بالبنيان والنخيل لا يتمكن العدوّ منه۔"[12]

"شہر کا ایک رخ کمزور تھا اور اس کے باقی اطراف عمارتوں اور کھجور کے درختوں سے الجھے ہوئے تھے، تاکہ دشمن اس تک نہ پہنچ سکے۔"

2. منافقین کی رکاوٹیں

منافقین مسلمانوں کے لیے سب سے پیچیدہ داخلی چیلنج تھے کیونکہ وہ بظاہر مسلمانوں میں شامل تھے مگر حقیقت میں دشمن کو سہارا دیتے تھے۔ قرآن نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ﴾"[13]

وہی اصل دشمن ہیں، پس ان سے بچو۔

غزوہ احد کے موقع پر منافقین کے سردار نے کھلی منافقت کی کہ لشکر اسلام کو درمیان راستے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ یوں یہ داخلی فتنہ مسلمانوں کو ہر وقت چوکنا رکھتا تھا۔

3. یہودی قبائل کی سازشیں

مدینہ کے یہودی قبائل بظاہر معاہدات کے پابند تھے لیکن بار بار خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔ جنگ خندق میں بنو قریظہ کی غداری اس کی بڑی مثال ہے۔ قرآن نے اس کیفیت کو یوں بیان کیا:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ ﴾[14]

کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں: اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکلیں گے۔

4. مسلمانوں کے اندرونی اتحاد اور تربیت

آپ ﷺ نے مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کو قائم فرمایا اس حوالے سے تین بڑے پہلو سامنے رکھے:

(الف)۔ اتحادِ قلبی اور ایمانی تربیت

12۔ علی بن ابراہیم بن احمد الحلبی، **السیرۃ الحلبیہ** (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1427ھ)، 2:422۔

13۔ **القرآن**: 63:4۔

14۔ **القرآن**: 59:11۔

آپ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے مہاجرین اور انصار کو ایک برادری کی طرح جوڑا، پھر "مؤاخات" کے ذریعے انہیں اتحاد کی لڑی میں پرویا، کیونکہ یہ داخلی ہم آہنگی کے بغیر کسی بیرونی حملے کا مقابلہ ممکن نہ تھا۔ الروض الانف میں ہے:

"آخَى رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ حِينَ نَزَلُوا الْمَدِينَةَ، لِيُذْهِبَ عَنْهُمْ وَحْشَةَ الْغُرْبَةِ وَيُؤْنِسَهُمْ مِنْ مُفَارَقَةِ الْأَهْلِ وَالْعَشِيرَةِ، وَيَشُدَّ أَزْرَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ"[15]

"رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا جب وہ مدینہ میں آباد ہوئے، تاکہ انہیں گھر سے دور رہنے کی تنہائی سے نجات دلائی جائے، انہیں اپنے خاندان اور قبیلے سے الگ ہونے سے سکون ملے، اور ایک دوسرے کے ساتھ ان کے تعلقات مضبوط ہوں۔"

یہ اتحاد صرف سماجی نہیں بلکہ عسکری اعتبار سے بھی ایک مضبوط قوت تھا جس نے دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کو یکجا رکھا۔

(ب)۔ عسکری اور جسمانی تربیت

اسی طرح آپ ﷺ نے مسلمانوں کو صرف روحانی قوت ہی نہیں دی بلکہ عملی تربیت بھی دی ،یعنی تیر اندازی، گھڑ سواری اور نیزہ بازی، جس کی عملی مثال آپ ﷺ نے یوں دی:

"ارْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا۔" [16]

بنی اسماعیل! تیر اندازی کرو کیونکہ تمہارے باپ حضرت اسماعیلؑ تیر انداز تھے۔

(ج)۔ نظم وضبط اور اجتماعی حکمتِ عملی

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو عسکری اتحاد کے ساتھ نظم وضبط کی عملی تربیت بھی دی۔ ہر معرکہ میں فوجی صف بندی کی جاتی تھی۔ قرآن میں بھی اس اصول کو یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾[17]

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

یہ اصول عسکری اتحاد اور اجتماعی نظم وضبط کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے جس نے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلے میں قوت پیدا کی۔

5. **عسکری وسائل میں توازن:** نبی مکرم ﷺ نے وسائل کے استعمال کے لے تین بڑے پہلوؤں کو مدِ نظر رکھا ہے:

---

[15]۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی، **الروض الانف** (بیروت: داراحیاءالتراث العربی، 2000ء)، 297:3۔

[16]۔ محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الجهاد و السیر، باب التحریض علی الرمی، حدیث:2899۔

[17]۔ **القرآن**: 61:4۔

(الف)۔وسائل کی کفایت شعاری اور حکمت کے ساتھ تقسیم

مدینہ منورہ میں ابتدائی دور میں مسلمانوں کے پاس دشمن کے مقابلے میں زیادہ تر پیادہ لشکر اور محدود اسلحہ تھا۔ اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے حکمت و تنظیم کے ذریعے دشمن پر برتری قائم رکھی۔ قرآن نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ﴾[18]

کتنی ہی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئیں۔

یہ داخلی کمزوری اور محدود وسائل کے باوجود دشمن کے مقابلے میں دفاع مضبوط رہے۔

(ب)۔وسائل کے استعمال میں عدل اور جنگی اخلاقیات

رسول اللہ ﷺ نے جنگی قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک، درختوں کو بلاوجہ کاٹنے سے منع کیا، اور عورتوں و بچوں کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا۔ امام مالک نے روایت کیا:

"كان رسول الله ﷺ ينهى عن قتل النساء والصبيان۔"[19]

رسول اللہ ﷺ عورتوں اور بچوں کے قتل اور درختوں کے کاٹنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(ج)۔وسائل کے منصفانہ استعمال

رسول اللہ ﷺ نے وسائل کا عادلانہ استعمال صرف جنگی حکمت تک محدود نہ رکھا بلکہ مسلمانوں کے باہمی اعتماد اور دشمن پر نفسیاتی برتری بھی قائم کی۔ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے:

"خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَشَهِدْتُ مَعَهُ بَدْرًا فَالْتَقَى النَّاسُ فَهَزَمَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَتْ طَائِفَةٌ فِي آثَارِهِمْ يَهْزِمُونَ وَيَقْتُلُونَ فَأَكَبَّتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَسْكَرِ يَحْوُونَهُ وَيَجْمَعُونَهُ وَأَحْدَقَتْ طَائِفَةٌ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا يُصِيبُ الْعَدُوُّ مِنْهُ غِرَّةً حَتَّى إِذَا كَانَ اللَّيْلُ وَفَاءَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالَ الَّذِينَ جَمَعُوا الْغَنَائِمَ نَحْنُ حَوَيْنَاهَا وَجَمَعْنَاهَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ فِيهَا نَصِيبٌ،،، رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى فَوَاقٍ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ۔"[20]

”ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے میں غزوہ بدر میں شریک تھا فریقین کا آمنا سامنا ہوا تو اللہ نے دشمن کو شکست سے دوچار کر دیا۔۔۔ جب رات ہوئی اور لوگ واپس آنے لگے تو مال غنیمت جمع کرنے والے کہنے لگے کہ یہ تو ہم نے جمع کیا ہے لہٰذا اس میں کسی کا حصہ نہیں ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے اسے تمام مسلمانوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیا۔“

6. قبائلی معاشرے کی ساخت اور سیاسی عوامل

جزیرہ نما عرب کے قبائل آزاد، خود مختار اور اکثر ایک دوسرے کے مخالف تھے، جس سے اتحاد اور تعاون کی کمی واضح تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ساخت کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کی فوج کو نہ صرف منظم کیا بلکہ قبائلی اتحاد

---

[18]۔ القرآن: 2:249۔

[19]۔ **مالک بن انس ،المؤطا** (أبوظبی: مؤسسة زاید بن سلطان،2004ء)،حدیث:969۔

[20]۔ أحمدبن حنبل، **المسند** (بیروت:مؤسسة الرسالة،2001ء)، حدیث:21703۔

اور تعاونی حکمت عملی بھی اپنائی۔ ابن ہشام لکھتے ہیں:

"وآخى رسول الله ﷺ بين المهاجرين والأنصار، آخى بينهم على المواساة، وكان الأنصار يتسابقون في مؤاخاة المهاجرين، حتّى يؤول الأمر إلى الاقتراع، وكانوا يحكمونهم في بيوتهم وأثاثهم وأموالهم وأرضهم وكراعهم۔"[21]

"رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ آپ ﷺ نے انہیں باہمی ہمدردی اور غم خواری پر جمع فرمایا۔ انصار اس مؤاخات میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے تھے، یہاں تک کہ معاملہ قرعہ اندازی تک جا پہنچتا۔ وہ (انصار) اپنے گھروں، سامان، مال و دولت، زمینوں اور سواریوں میں مہاجرین کو شریک کرتے اور ان پر انہیں اختیار دیتے تھے۔"

اس مواخات نے ایک نئے معاشرتی و فوجی اتحاد کو جنم دیا، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی صفیں دشمن کے مقابل مضبوط ہوئیں اور قبائلی عصبیت کی جگہ دینی اخوت اور عسکری تعاون نے لے لی۔ یہی دراصل عہدِ نبوی ﷺ میں عسکری توازن کے قیام کے بنیادی عوامل میں سے ایک تھا۔

خارجی اسباب

1. قریش کی بیرونی دشمنی اور مکہ کی عسکری طاقت

قریش اسلام دشمنی میں سب سے نمایاں تھے اور انہوں نے اسلام کی جڑ کاٹنے کے لیے بار بار عسکری اقدامات کیے۔ بدر، احد اور خندق جیسی جنگیں ان کی مسلسل جارحیت کا نتیجہ تھیں۔ قرآن نے ان کے رویے کو یوں بیان کیا:

﴿ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾[22]

"وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا۔"

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ بدر کے بعد قریش نے اعلان کیا کہ:

"لَا تَذْهَبُوا بِثَأْرِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْصِلُوا مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ۔" [23]

اپنے بدلے کے بغیر واپس نہ لوٹو یہاں تک کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو جڑ سے اکھاڑ دو۔

2. اطراف کے قبائل کی یلغار

مدینہ کے ارد گرد کے قبائل مثلاً بنو غطفان، بنو اسد اور ہوازن وغیرہ بارہا مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ یہ قبائل یا تو قریش کی شہ پر حرکت کرتے یا اپنی قبائلی برتری قائم رکھنے کے لیے مدینہ کو نشانہ بناتے۔ غزوہ خندق میں قریش اور غطفان نے مل کر مدینہ کو گھیرنے کی کوشش کی۔ قرآن نے اس نازک لمحے کو یوں ذکر کیا:

﴿ إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ ﴾[24]

---

[21]۔ أبو الحسن علی الندوی، **السيرةالنبويه** (بیروت: دارابن کثیر، 2004ء)، 1:281۔

[22]۔ **القرآن**: 48:25۔

[23]۔ ابن ہشام، **السيرة النبوية**، 2:198۔

[24]۔ **القرآن**: 33:10۔

جب وہ تم پر اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے۔

اس پر ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

"ان أبا سفيان جمع العسكر اربعة آلاف رجل واعطى رأيته عثمان بن ابى طلحة وكان فى عسكرهم ثلاث مائة فرس والف بعير حين خرجوا من مكة ونزلوا مر الظهران واجتمع هناك اسلم وأشجع وبنو مرّة وبنو كنانة وفزارة وغطفان حتى صاروا عشرة آلاف وساروا بأجمعهم الى المدينة۔" [25]

ابو سفیان نے چار ہزار کا لشکر جمع کیا اور اس لشکر کا جھنڈا عثمان بن ابی طلحہ کو دیا۔ مکہ سے بر آمد ہونے کے وقت اس لشکر میں تین سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ یہ لشکر مکہ سے چل کر مرّ الظہران پہنچ کر اترا۔ اسی جگہ بنی اسلم، بنی اشجع، بنی مرہ، بنی کنانہ، بنی فزارہ اور بنی غطفان کے لشکر آ پہنچے، یہ ساری فوج دس ہزار ہو گئی۔ مرّ الظہران سے روانہ ہو کر سب مدینہ کو چل دیئے چونکہ مختلف جماعتیں اور گروہ اس لشکر میں شامل تھے۔

یہ اتحاد اس بات کی دلیل تھا کہ مسلمانوں کو بقا کے لیے اپنی مستقل حکمتِ عملی بنانا پڑا۔

3. دشمن کی عسکری قوت کا تجزیہ

عہدِ نبوی ﷺ میں دشمن، خصوصاً قریش اور اطراف کے قبائل، اکثر مسلمانوں سے زیادہ ساز و سامان اور لشکری قوت رکھتے تھے۔ اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے ان کی فوجی تیاری اور جنگی صف بندی کا بغور جائزہ لیا اور صحابہؓ کو حقیقت سے آگاہ کیا۔

قرآن نے بھی دشمن کی قوت کے تجزیے کو حکمتِ عملی کا حصہ قرار دیا:

﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ﴾ [26]

تمہارے لیے دو گروہوں کے مقابلے میں بڑی نشانی تھی؛ ایک اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا، وہ کافر مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے۔

4. دشمن کی جنگی حکمتِ عملی اور نفسیاتی حربے

دشمن کی قوت صرف تعداد میں نہ تھی بلکہ ان کے پاس پرانے قبائلی تجربات اور نفسیاتی حربے بھی تھے۔ قریش اپنی شان و شوکت اور جنگی مظاہرے اشعار، دف، اور رجز خوانی کے ذریعے مسلمانوں پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان حربوں کا تجزیہ کیا اور اس کے مقابلے میں مسلمانوں کو صبر، ثبات اور روحانی طاقت پر قائم رکھا۔

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ

---

[25]- قاضی ثناءاللہ پانی پتی، **تفسیرالمظہری** (بیروت:داراحیاء التراث العربی ، س-ن)، 289:7۔

[26]- **القرآن**: 3:13۔

مُرْدِفِيْنَ﴾[27]

اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے ربّ سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار چلے آئیں گے۔"

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دشمن کے نفسیاتی حربوں کا مقابلہ روحانی قوت اور اتحاد سے کیا گیا۔

5. دشمن کے اتحادیوں کا جائزہ

نبی کریم ﷺ نے دشمن کی عسکری قوت کا تجزیہ صرف عددی یا نفسیاتی پہلو تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان کے سیاسی و عسکری اتحاد کا بھی باریک بینی سے جائزہ لیا اور خندق کھودنے کی حکمتِ عملی اختیار کی، جس نے دشمن کی قوت کو غیر مؤثر بنا دیا۔ ابن کثیر نے غزوہ خندق کے اس پہلو کو بیان کرتے ہوئے لکھا:

"تَحَزَّبَتْ قُرَيْشٌ وَغَطَفَانُ وَالْيَهُودُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔" [28]

قریش، غطفان اور یہود سب رسول اللہ ﷺ کے خلاف متحد ہو گئے۔

یہ ظاہر کرتا ہے کہ دشمن کی عسکری قوت کا تجزیہ ان کے اتحادی ڈھانچے اور بیرونی تعلقات کو مد نظر رکھے بغیر ممکن نہیں تھا۔

6. بازنطینی و ایرانی اثرات اور عرب قبائل سے روابط

عہدِ نبوی ﷺ میں مدینہ کی اسلامی ریاست کو جہاں قریش، یہودی قبائل اور منافقین سے داخلی مشکلات درپیش تھیں، وہیں خارجی سطح پر بازنطینی رومی اور ساسانی ایرانی سلطنتیں بڑی سیاسی و عسکری قوت کے طور پر موجود تھیں۔ ان کے اثرات عرب قبائل پر نمایاں تھے۔ شام کے قریب **غسانی قبائل** رومیوں کے حلیف تھے جبکہ عراق کے قریب **لخمی قبائل** ایرانیوں کے زیرِ اثر تھے۔ یہی تعلقات انہیں براہِ راست اسلامی ریاست کے لیے چیلنج بناتے تھے۔ امام طبری لکھتے ہیں:

"وكانت غسان من قِبَلِ الروم، ولخم من قِبَلِ الفرس، وكانوا يمدّونهم ويظاهرونهم على العرب۔" [29]

"غسانی قبائل رومیوں کے طرفدار تھے اور لخمی قبائل ایرانیوں کے ساتھ تھے، اور وہ ان سے مدد لیتے اور عرب کے مقابلے میں ان کا ساتھ دیتے تھے۔"

اسی پس منظر میں نبی کریم ﷺ نے اپنی حکمتِ عملی کو وسیع کر کے ان عالمی طاقتوں کے ممکنہ اثرات کا مقابلہ کیا۔ یوں داخلی اور خارجی اسباب کو مد نظر رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے دشمن کے مقابلے میں ایک ایسی حکمتِ عملی تیار کی جو مدینہ کی بقا، دشمن کو زیر کرنے میں کامیاب ہوئی اور مستقبل کی فتوحات کی بنیاد ثابت ہوئی۔

27۔ **القرآن**: 9:9۔

28۔ ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر، **البداية والنهاية** (بیروت: دارالفکر، 1998ء)، 95:4۔

29۔ الطبری، **تاريخ الرسل والملوك**، 235:2۔

عہدِ نبوی ﷺ میں عسکری توازن کے مظاہر

عہدِ نبوی ﷺ نے عسکری توازن حکمت، تدبیر اور اتحاد کے ذریعے ایک متوازن عسکری قوت قائم کی۔ جو بغیر خون ریزی کے مخالفین کو کمزور کر دیا، نبوی حکمتِ عملی کا مقصد محض جنگ نہیں بلکہ امن، عدل اور استحکام تھا، جس میں آپ ﷺ نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی ہے۔

داخلی مظاہر

1. بدر میں محدود وسائل کے ساتھ حکمتِ عملی

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد 313 تھی، جن کے پاس صرف **دو گھوڑے** اور **ستر اونٹ** تھے، جبکہ مشرکین ایک ہزار سپاہیوں، سو گھوڑوں اور کئی سو اونٹوں کے ساتھ میدان میں آئے۔ اس ناہمواری کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے عسکری توازن کے لیے تین اقدامات کیے:

1. صف بندی منظم کی اور پرچم ایک ہی ہاتھ میں رکھا تاکہ قیادت بکھرنے نہ پائے۔
2. لشکر کو پانی کے قریب مقام پر ٹھہرایا تاکہ سپلائی لائن محفوظ رہے۔[30]
3. دعا اور ایمانی حوصلے کے ذریعے نفسیاتی توازن قائم کیا۔ قرآن نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ﴾[31]

اور اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جبکہ تم کمزور تھے۔

یہ مظہر واضح کرتا ہے کہ عسکری توازن صرف مادی وسائل سے نہیں بلکہ منظم حکمت عملی اور ایمانی قوت سے بھی قائم ہوتا ہے۔

2. احد میں تنظیم اور صف بندی

غزوہ احد میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً 700 تھی جبکہ قریش کے پاس 3000 کا لشکر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے عسکری توازن قائم رکھنے کے لیے پہاڑی درّے پر پچاس تیر انداز مقرر کیے تاکہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر سکے۔[32]

3. خندق میں دفاعی حکمتِ عملی

غزوہ خندق میں قریش، یہود اور غطفان سمیت تقریباً 10,000 کا لشکر مدینہ پر چڑھ آیا، جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف 3000 تھی۔ اس ناہمواری کو متوازن کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے

30- ابن ہشام، **السيرة النبوية**، 241:2۔

31- **القرآن**: 3:123۔

32- أبوداؤد سليمان بن أشعث، **سنن أبي داود**، كتاب الجهاد، باب في الكمناء، حديث: 2662۔

مشورے پر "خندق" کھدوائی، جو عرب میں پہلی بار استعمال کی جانے والی حکمت عملی تھی۔[33]

4. **مسلمانوں کی عسکری تربیت اور اتحاد**

ہر غزوہ کے بعد لشکر کی تربیت اور اتحاد کو مزید مضبوط بنایا گیا۔

5. **منافقین کے اثرات کا تدارک**

عسکری منصوبہ بندی میں داخلی کمزوریوں کے باوجود اتحاد قائم رکھا گیا۔ جس کے دو پہلو سامنے رکھے گئے۔

(الف)منافقین کی تخریب کاری

منافقین نے مدینہ کے اندر کئی بار عسکری کمزوری پیدا کرنے کی کوشش کی:

- غزوہ احد میں عبد اللہ بن اُبیّ 300 افراد کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔[34]
- غزوہ تبوک میں بہانے بنا کر پیچھے رہ گئے۔[35]
- "مسجد ضرار" بنا کر مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے کی کوشش کی۔[36]

(ب)حکمت عملی اور توازن

رسول اللہ ﷺ نے منافقین کے خلاف براہِ راست سخت فوجی کارروائی نہیں کی بلکہ ان کے فتنوں کو "سیاسی تدبیر" کے ذریعے ناکام بنایا:

- احد میں واپسی کرنے والوں کو وقتی طور پر نظر انداز کیا تاکہ داخلی جنگ نہ چھڑ جائے۔
- تبوک کے منافقین کو قرآن کے ذریعے بے نقاب کیا گیا تاکہ ان کی ساکھ ختم ہو۔
- مسجد ضرار کو منہدم کر کے عسکری و دینی اتحاد کو محفوظ بنایا گیا۔

یہ متوازن حکمت عملی ظاہر کرتی ہے کہ عسکری طاقت ہمیشہ **سیاسی حکمت اور اخلاقی قوت** کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔

6. **وسائل کے دانشمندانہ استعمال**

فتح مکہ میں مسلمانوں کی تعداد 10,000 تھی، لیکن یہاں عسکری توازن کا مظہر مختلف تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فوج کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصے کو الگ راستے سے مکہ میں داخل کیا تاکہ دشمن پر رعب طاری ہو۔[37] تاہم، آپ ﷺ نے اعلان کیا:

33۔ محمدبن جریر الطبری، **جامع البیان عن تاویل آی القرآن**، 570:2۔

34۔ ابن ہشام، **السیرة النبویة**، 66:2۔

35۔ **القرآن**: 81-10:38۔

36۔ **القرآن**: 10:107۔

37۔ محمدبن سعد، **الطبقات الکبریٰ** (بیروت:دارالکتب العلمیه، 1990ء)، 135:2۔

"من دخل دار أبي سفيان فهو آمن۔" [38]

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے۔

اس موقع پر عسکری توازن کا مظہر اور اس کا دانشمندانہ استعمال نہ صرف فوجی طاقت کا دائرہ میں رکھنا تھا بلکہ **رحمت، عفو اور امن کی حکمت عملی** تھی، جس نے ایک ہزار سالہ دشمنی کو ختم کر کے قلوب کو فتح کر لیا۔

خارجی مظاہر

1. پرامن سفارت کار کے ذریعے عسکری دباؤ

صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کی تعداد 1400 تھی اور وہ عمرہ کے ارادے سے مکہ آئے تھے۔ قریش نے انہیں روک دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقت کے استعمال کی بجائے **سفارت کاری اور صلح** کو ترجیح دی۔ قرآن نے اس کو "فتح مبین" قرار دیا: ﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴾[39] ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حدیبیہ کے معاہدے نے مسلمانوں کو اس قابل بنایا کہ وہ اپنی عسکری اور دینی طاقت کو منظم کریں اور بعد میں بغیر خون بہائے مکہ فتح کریں۔[40]

2. یہودی قبائل کے ساتھ معاہدات و اقدامات

(الف)۔ معاہدات اور ابتدائی حکمت عملی

مدینہ میں یہود کے تین بڑے قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں ان کے ساتھ "میثاقِ مدینہ" کے ذریعے پرامن بقائے باہمی کی پالیسی اپنائی۔ اس میں یہ اصول طے پایا:

"وإنّ على اليهود نفقتهم، وعلى المسلمين نفقتهم، وإن بينهم النصر على من حارب أهل هذه الصحيفة۔" [41]

یہود اپنی خرچ برداری کریں گے اور مسلمان اپنی۔ اور دونوں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اس کے خلاف جو اس معاہدے کے فریقین پر حملہ کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور وسائل کے باوجود "داخلی امن" قائم کر کے بیرونی دشمن قریش پر توجہ مرکوز کی۔

(ب) معاہدہ شکنی پر عملی اقدامات

جب یہودی قبائل نے عہد شکنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بھی موزوں عسکری رد عمل اختیار کیا:

- **بنو قینقاع** کو بدر کے بعد مدینہ سے نکال دیا گیا۔[42]

---

[38]۔ مسلم بن حجاج القشيری، **الجامع الصحيح**، كتاب الجهاد و السير، باب فتح مكة، حديث: 1780۔

[39]۔ **القرآن**: 48:1۔

[40]۔ ابن كثير، **البداية والنهاية**، 4:178۔

[41]۔ ابن ہشام، **السيرة النبوية**، 1:503۔

[42]۔ أيضاً، 2:47۔

- **بنو نضیر** کی سازش کے بعد انہیں بھی مدینہ بدر کر دیا گیا۔[43]
- **بنو قریظہ** نے غزوہ خندق میں مشرکین کا ساتھ دیا تو ان کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کی گئی۔[44]

3. **دیگر قبائل سے معاہدات**

(الف)۔ قبائل عرب کے ساتھ معاہدات

- بنو ضمرہ، بنو مدلج اور بنو خزاعہ جیسے قبائل کے ساتھ معاہدات عسکری توازن کے مظاہر ہیں۔ ابن ہشام روایت کرتے ہیں:

"ووادع رسول الله ﷺ بني ضمرة على أن لا يغزوهم ولا يغزونه۔" [45]

رسول اللہ ﷺ نے بنو ضمرہ سے معاہدہ کیا کہ نہ وہ مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور نہ مسلمان ان پر۔

(ب)۔ بنو مدلج اور بنو خزاعہ

- **بنو مدلج:** ان کے ساتھ بھی رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ کیا تاکہ مکہ اور مدینہ کے درمیان شاہراہِ تجارت پر امن قائم ہو۔
- **بنو خزاعہ:** یہ قبیلہ بعد میں مسلمانوں کا اہم حلیف بنا اور **صلح حدیبیہ** کے وقت قریش کے خلاف مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ قریش کی طرف سے خزاعہ پر حملہ ہی فتح مکہ کا بنیادی سبب بنا۔[46]

(ج)۔ نجد و دیگر قبائل کے ساتھ تعلقات

رسول اللہ ﷺ نے نجد کے کئی قبائل کی شورشوں اور دھوکہ دہی جیسے بئر معونہ اور رجیع کے واقعات کے باوجود ان کے ساتھ بھی تدریجاً معاہدات یا مہمات کے ذریعے توازن قائم رکھا۔[47]

4. **غزوہ تبوک میں روم کے خطرے کا مقابلہ**

غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی تعداد 30,000 تھی۔ یہ سب سے بڑا لشکر تھا جو رسول اللہ ﷺ نے تیار کیا، حالانکہ سخت گرمی، قحط اور طویل سفر کے باوجود تیاری کی گئی۔ لیکن رومی لشکر مقابلے پر نہ آیا اور مسلمان بغیر لڑے واپس آئے۔ ابن سعد کے مطابق:

"خرج رسول الله ﷺ في ثلاثين ألفاً... فرجع ولم يلق كيداً۔" [48]

رسول اللہ ﷺ 30,000 کے لشکر کے ساتھ نکلے... لیکن واپس آئے اور کسی دشمن سے مقابلہ نہ ہوا۔

43۔ الطبری، **جامع البیان عن تاویل آی القرآن**، 2:504۔

44۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب، حدیث: 4121۔

45۔ ابن ہشام، **السیرۃ النبویۃ**، 2:248۔

46۔ محمد بن عمرو الواقدی، **کتاب المغازی** (بیروت:دارالاعلمی، 1989ء)، 2:743۔

47۔ الطبری، **تاریخ الرسل والملوک**، 2:570۔

48۔ ابن سعد، **الطبقات الکبری**، 2:165۔

5. **جاسوسی واطلاعاتی نظام**

اسلامی لشکر کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے **اطلاعات intelligence** کے نظام کو منظم کیا۔

- **حضرت حذیفہ بن یمانؓ** کو "صاحب السر" کہا جاتا تھا جو نفاق اور دشمن کی خبریں پہنچاتے۔[49]
- **غزوہ احزاب** کے موقع پر آپ ﷺ نے حذیفہؓ کو دشمن کے خیمے میں بھیجا تاکہ وہ حالات **معلوم** کریں۔[50]

6. **اقتصادی جنگ اور تجارتی راستوں پر قابو**

قریش کی سب سے بڑی طاقت ان کے تجارتی قافلے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بدر سے قبل ان قافلوں پر نظر رکھنے کے لیے دستے بھیجے۔ بدر کا ایک سبب بھی ابوسفیان کا قافلہ تھا۔ قرآن نے بدر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ ﴾[51]

جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا کہ دونوں گروہوں قافلہ یا لشکر میں سے ایک تمہیں ملے گا۔

عہدِ نبوی ﷺ میں عسکری توازن کے اہم اثرات

عہدِ نبوی ﷺ میں عسکری توازن کے اثرات نہ صرف ریاستِ مدینہ کی داخلی سلامتی بلکہ خارجی میدان میں بھی نمایاں طور پر ظاہر ہوئے۔ محدود وسائل کے باوجود حکمت، اتحاد اور ایمان کی قوت نے مسلمانوں کو ایسی طاقت بخشی کہ بڑے دشمن بھی مرعوب ہو گئے۔ اس توازن نے قریش اور دیگر قبائل پر نفسیاتی دباؤ ڈالا، ان کے اتحاد کو توڑا اور مسلمانوں کے حوصلے کو بلند کیا۔ سفارتی سطح پر صلح حدیبیہ جیسے معاہدے اسی عسکری تدبیر کے نتیجے میں ممکن ہوئے۔ بالآخر یہ توازن جزیرۂ عرب میں اسلام کی بالادستی اور خلافتِ راشدہ کی عظیم فتوحات کی بنیاد بنا۔ اس کے علاوہ درج ذیل نمایاں اثرات مرتب ہوئے:

1. **دشمن پر نفسیاتی دباؤ:** قریش اور دیگر قبائل پر خوف اور رعب طاری ہو گیا۔
2. **مسلمانوں کے حوصلے اور ایمان میں اضافہ:** مسلسل کامیابیوں سے ایمان اور اتحاد مضبوط ہوا۔
3. **سفارتی فوائد:** عسکری توازن نے سفارتی سطح پر بھی مسلمانوں کو کامیابی دلائی۔
4. **مستقبل کی فتوحات کی بنیاد:** خلافتِ راشدہ کے دور کی جنگی فتوحات اسی توازن کا تسلسل تھیں۔
5. **جزیرہ عرب میں اسلام کی بالادستی:** عسکری اور سیاسی توازن نے اسلام کو عرب میں غالب قوت بنا دیا۔
6. **اخلاقی اور اصولی جنگی رویہ:** وسائل کے منصفانہ استعمال اور اخلاقی جنگی اصول دنیا کے سامنے ایک مثالی۔

سیاسی ودفاعی استحکام

[49]۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المناقب، باب مناقب عمار و حذیفة رضی الله عنهما، حدیث:3743۔

[50]۔ مسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب الجهاد و السیر، باب غزوة الاحزاب، حدیث: 1788۔

[51]۔ **القرآن**: 9:7۔

آپ ﷺ نے مدینہ میں نہ صرف دفاعی بلکہ سیاسی اعتبار سے بھی ریاست کو مستحکم کرتا تھا۔ معاشرتی طور پر عسکری توازن کو توازن کو برقرار رکھتے ہوئے مسلمان منظم انداز سے مدینہ میں ہونے والی حرکات وسکنات کا بغور جائزہ لیتے رہتے علامہ صلابی لکھتے ہیں:

"المسلمين الدقيقة ومعرفتهم بأحوال المنافقين واليهود، فقد كانت عيون المسلمين يقظة تراقب تحركات اليهود والمنافقين، واجتماعاتهم وأوكارهم، بل كانوا يطلعون فيها على أدقِّ أسرارهم واجتماعاتهم وما يدور فيها من حبك المؤامرات, وابتكار أساليب التثبيط, واختلاق الأسباب الكاذبة لإقناع الناس بعدم الخروج للقتال۔" [52]

مسلمان نہایت باریک بینی کے ساتھ نگرانی کرتے تھے اور منافقین ویہود کے حالات سے بخوبی واقف رہتے تھے۔ مسلمانوں کی نگاہیں ہمیشہ چوکس رہتیں، جو یہود اور منافقین کی حرکات و سکنات، ان کی نشستوں اور چھپنے کے مقامات پر نظر رکھتی تھیں۔ بلکہ وہ ان کی خفیہ باتوں، ان کی مجالس کے اندر ہونے والی سازشوں، حوصلہ شکنی کے نت نئے طریقے ایجاد کرنے، اور قتال کے لیے نہ نکلنے پر لوگوں کو قائل کرنے کے جھوٹے بہانے گھڑنے جیسے تمام معاملات سے بھی آگاہ ہو جاتے تھے۔

اسی طرح خندق کھودنے کے بعد مدینہ ناقابلِ تسخیر ہو گیا۔[53] حدیبیہ کے موقع پر اولاً کو خود پر نہایت گھمنڈ تھا لیکن کچھ ہی وقت میں وہ سب خمار اتر گیا جو ان کے سروں پہ سوار تھا۔ الواقدی لکھتے ہیں:

"فزع **قريش** لما رأوا تنظيم المسلمين وصرامة قيادتهم في المعركة۔" [54]

قریش خوفزدہ ہو گئے جب انہوں نے مسلمانوں کی تنظیم اور قیادت کی سختی دیکھی۔

رسول کریم ﷺ اور مسلمانوں کی حکمتِ عملی سے غزوہ احزاب کے موقع پر قریش میں اختلافات پیدا ہو گیا اور ان کی صفیں منتشر ہو گئیں،[55] اسی طرح صلح حدیبیہ مخالفین کو اپنے قابو میں رکھنے کی ایک اہم مثال ہے جس میں عالم عرب کے رُخ کو موڑا سید قطب لکھتے ہیں:

"فقد اعترفت قريش بالنبي والإسلام وقوتهما وكيانهما ، واعتبرت النبي والمسلمين أندادا لها ، بل دفعتهم عنها بالتي هي أحسن ، ولهذا شأن عظيم في نفوس العرب ، الذين كانوا يرون في قريش الإمام والقدوة ، والذين كانوا متأثرين بموقفهم الجحودي كل التأثر. وإذا لوحظ أن الأعراب كانوا يقدرون أن النبي والمسلمين لن يعودوا سالمين من هذه الرحلة ، وأن المنافقين كانوا يظنون أسوأ الظنون . بدت لنا ناحية من نواحي خطورة هذا الفتح وبعد مداه۔" [56]

قریش نے رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی قوت اور حیثیت کو تسلیم کر لیا، اور نبی ﷺ اور مسلمانوں کو اپنا

---

[52]۔ علی محمد الصلابی، **السيرة النبوية، عرض وقائع و تحليل احداث** (بیروت: دارالمعرفه للطباعة والنشر والتوزيع، 2008ء)، 814۔

[53]۔ البخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب المغازى، باب غزوة الخندق و هى الاحزاب، حديث: 4109۔

[54]۔ الواقدی، **المغازی**، 671:2۔

[55]۔ أيضاً، 480:2۔

[56]۔ سيد قطب، **فی ظلال القرآن** (بيروت: دارالشروق، 1964ء)، 3316-3317۔

ہم پلہ مان لیا، بلکہ انہیں اپنے سے دور رکھنے کے لیے اچھے طریقے کو اختیار کیا۔ اس صلح کی عربوں کے دلوں پر بہت بڑی اہمیت تھی، کیونکہ وہ قریش کو اپنا امام اور رہنما سمجھتے تھے اور ان کے رویے سے بہت زیادہ متاثر ہوتے تھے۔ مزید یہ کہ بدوی عرب یہ سمجھ رہے تھے کہ نبی ﷺ اور مسلمان اس سفر سے زندہ واپس نہیں لوٹیں گے، اور منافقین بھی بدترین گمان رکھتے تھے۔ ایسے حالات میں اس "فتح" کی سنگینی اور اس کی وسعت و گہرائی بالکل نمایاں ہو جاتی ہے۔ **اسی کے ساتھ ہی قبیلہ جہینہ** سے مصالحت اس واقعہ سے پہلے ہو چکی تھی۔ قبیلہ جہینہ اس سے پہلے قبیلہ خزرج کا حلیف بھی تھا۔ مدنی ریاست کے بعد مسلمانوں کا حلیف بنا۔ مکہ اور مدینہ کے جنگی اختلافات ومعرکوں کے دوران قبیلہ جہینہ دونوں فریقوں کا حلیف رہا۔ البتہ واقعۂ احزاب کے بعد پھر مکمل طور پر مسلمانوں کی طرف مائل ہو گیا۔[57]

فتح مکہ پر رسول اللہ ﷺ نے فوج کے لیے نظام بنایا اور ہر دستے کو واضح ہدایات دیا کرتے تھے تاکہ ولیم میور لکھتے ہیں:

"محمد نے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر کے مختلف راستوں سے شہر میں داخلہ کا حکم دیا اور سختی سے ہدایت کی کہ سوائے انتہائی مجبوری اور خود حفاظتی کے جنگ نہیں کرنی۔"[58]

معاشی وسماجی استحکام

معاشی طور پر عسکری توازن نے تجارتی راستوں اور زرعی وسائل کو محفوظ بنایا۔ الواقدی بیان کرتے ہیں:

"إن محمداً وأصحابه قد عوروا علينا متجرنا، فما ندرى كيف نصنع بأصحابه؟ لا يبرحون الساحل، وأہل الساحل قد وادعہم، ودخل عامتہم معه، فما ندرى أين نسلك؟وإن أقمنا نأكل رؤوس أموالنا، ونحن فی دارنا ہذہ مالنا فیہا بقاء، وإنما نزلناہا على التجارة إلى الشام فی الصيف وإلى الحبشة فی الشتاء۔"[59]

"محمد اور اس کے اصحاب نے ہماری تجارتی شاہراہ کو بہت مشکل بنا دیا ہے۔ آخر ہم اس کے ساتھیوں سے کیسے نمٹیں، وہ ساحل ہمارا تجارتی راستہ چھوڑ کر ہٹتے ہی نہیں ہیں۔ ساحل والے باشندے بھی صلح کر کے اُن کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اب سمجھ نہیں آتا کہ ہم کون سا راستہ اختیار کریں۔ اگر ہم گھر بیٹھے رہیں تو اپنا رأس المال بھی کھا جائیں گے اور پھر ہمارے لئے کچھ بھی نہیں بچے گا۔ ہماری معیشت کا تو دارومدار ہی گرمیوں میں شام کی تجارت اور سردیوں میں حبشہ کی تجارت پر ہے۔"

گویا مدینہ کے کھیت اور زراعت محفوظ رہے، انہیں کسی یلغار کا سامنا نہ کرنا پڑا۔[60] جس سے مدینہ کو معاشی استحکام حاصل ہوا۔

مزید رسول کریم ﷺ نے سماجی اتحاد پیدا کرنے کے لئے عربوں سے ان کی قبائلی عصبیت کا خاتمہ فرمایا جس

---

[57] احمد ابراہیم الشریف، **مکه والمدینه فی الجاہلیة وعہد الرسول**ﷺ (بیروت: دار الفکر العربی، س-ن)، 397:1۔

[58] William Muir, ***Life of Mahomet***, English edition (London: Smith, Elder & Co., 1861), P: 46.

[59] الواقدی، **كتاب المغازی**، 197:1۔

[60] ابن سعد، **الطبقات الكبرى**، 112:2۔

نے مسلمانوں کو نہ صرف متحد کیا، بلکہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے پر اعتماد قائم کیا، اور وہ بکھری ہوئی طاقت جو جاہلیت میں ایک دوسرے کے خلاف صرف ہوتی تھی، اس اتحاد نے نہ صرف اندرونی استحکام پیدا کیا بلکہ دشمن کے سامنے مسلمانوں کو ایک مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قوت بنا دیا اسلام سے قبل اہلِ عرب قبائلی عصبیت، باہمی دشمنی اور خوف کی فضا میں زندگی گزار رہے تھے۔ علامہ طبری فرماتے ہیں:

"في جاهليتهم من البلاء والشقاء بمعاداة بعضهم بعضًا وقتل بعضهم بعضًا، وخوف بعضهم من بعض۔"[61]

"جاہلیت میں وہ ایک دوسرے کی دشمنی، قتل وقتال اور خوف کے عذاب میں گرفتار تھے۔"

تاہم یہ اثرات ظاہر کرتے ہیں کہ نبوی عسکری حکمت نہ صرف مدینہ میں محدود محاذ پر کارگر تھی بلکہ طویل المدتی سیاسی اور عسکری فوائد کے لیے بنیاد فراہم کرتی رہی۔ اس کی بدولت مسلم ریاستیں منظم اور مؤثر فوجی قوت کے ساتھ فتوحات حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں، جبکہ دشمن کی فوجی اور نفسیاتی طاقت پر مسلسل برتری حاصل رہی۔

خلاصہ بحث

عہدِ نبوی ﷺ میں عسکری توازن ایک جامع اور متوازن حکمت عملی کے طور پر سامنے آیا، جو داخلی، خارجی اور اخلاقی پہلوؤں پر محیط تھی۔ داخلی سطح پر یہ توازن مدینہ کی جغرافیائی ضروریات، محدود وسائل، مسلمانوں کے اتحاد اور تربیت، اور منافقین و داخلی خطرات کے سدباب پر قائم تھا۔ یہ اصول اس بات کو یقینی بناتے تھے کہ مسلمانوں کی فوج کم وسائل میں بھی مؤثر اور منظم ہو، اور داخلی محاذ پر امن قائم رہے۔

خارجی سطح پر عسکری توازن نے دشمن پر نفسیاتی دباؤ پیدا کیا، ان کی صفوں میں انتشار پیدا کیا اور دشمنی کی طاقت کو محدود کیا۔ بدر، احد، خندق اور فتح مکہ جیسے معرکوں میں یہ توازن واضح طور پر دیکھنے کو ملا، اور اس کے اثرات مستقبل میں خلافتِ راشدہ کی فتوحات اور مسلم عسکری فکر میں نبوی اصولوں کی جڑیں قائم کرنے میں مددگار ثابت ہوئے۔

مدینہ کی ریاست پر عسکری توازن کے اثرات نہ صرف سیاسی اور عسکری تھے بلکہ معاشرتی، معاشی اور فکری بھی تھے۔ اس سے ریاست کی خود مختاری مضبوط ہوئی، شہریوں میں اتحاد اور اعتماد پیدا ہوا، تجارتی اور زرعی وسائل محفوظ رہے، اور فوجی ڈھانچہ منظم و مضبوط بنا۔ اسی طرح اخلاقی اور روحانی اثرات بھی نمایاں ہوئے، کیونکہ نبوی حکمت میں غیر مقاتلین کی حفاظت اور انسانی اصولوں کا نفاذ شامل تھا، جو عصرِ حاضر کے بین الاقوامی قوانین جنگ کے اصولوں کی بنیاد بھی بن گئے۔

عصرِ حاضر میں نبوی ﷺ کی حکمت عملی کی تطبیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عسکری توازن صرف تاریخی ضرورت نہیں بلکہ آج بھی دفاعی اور سفارتی حکمت میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ محدود وسائل میں مؤثر دفاع، دشمن کی

[61]۔ الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، 78:7۔

نفسیاتی کمزوریوں کا تجزیہ، داخلی اور خارجی اتحاد، اور وسائل کا منصفانہ استعمال ایسے اصول ہیں جو آج بھی چھوٹے اور درمیانے ممالک کی عسکری حکمت میں قابلِ عمل ہیں۔

Bibliography

1. *Abd Al-Malik Ibn Hishām. Al-Sīrah Al-Nabawiyyah. Miṣr: Maktabah Muṣṭafā Al-Bābī, 1955AD.*
2. *Abd Al-Raḥmān Ibn ʿAbd Allāh Al-Suhaylī. Al-Rawḍ Al-Unuf, (Bayrūt: Dār Iḥyāʾ Al-Turāth Al-ʿArabī, 2000AD.*
3. *Abd Al-Raḥmān Ibn Khaldūn. Muqaddimah Ibn Khaldūn. Bayrūt: Dār Al-Kitāb Al-ʿArabiyyah, 1425AH.*
4. *Abu ʿAbd Allāh Muḥammad Bin Ismā'īl Al-Bukhārī. Al-Jāmiʿ Al-Ṣaḥīḥ. Bayrūt: Dār Ibn Kathīr, Al-Ṭab'ah Al-Ūlā, 2002 AD.*
5. *Abū Al-Fidāʾ Ismāʿīl Ibn ʿUmar Ibn Kathīr. Al-Bidāyah Wa Al-Nihāyah. Bayrūt: Dār Al-Fikr, 1998AD.*
6. *Abū Al-Ḥasan ʿAlī Al-Nadwī. Al-Sīrah Al-Nabawiyyah. Bayrūt: Dār Ibn Kathīr, 2004AD.*
7. *Abū Al-Ḥasan Muslim Ibn Al-Ḥajjāj Al-Qushayrī. Al-Jāmiʿ Al-Ṣaḥīḥ. Bayrūt: Dār Iḥyāʾ Al-Turāth Al-ʿArabī.*
8. *Abu Dāwūd Sulaymān Bin Ash'ath Al-Sijistānī. Sunan Abu Dāwūd. Bayrūt: Al-Maktabah Al-ʿAṣrīyah.*
9. *Aḥmad Ibn Ḥanbal. Al-Musnad, Bayrūt: Muʾassasat Al-Risālah, 2001AD.*
10. *Aḥmad Ibrāhīm Al-Sharīf. Makkah Wa Al-Madīnah Fī Al-Jāhiliyyah Wa ʿAhd Al-Rasūl ﷺ. Bayrūt: Dār Al-Fikr Al-ʿArabī.*
11. *Alī Ibn Ibrāhīm Ibn Aḥmad Al-Ḥalabī. Al-Sīrah Al-Ḥalabiyyah, Bayrūt: Dār Al-Kutub Al-ʿIlmiyyah, 1427AH.*
12. *Alī Muḥammad Al-Ṣallābī. Al-Sīrah Al-Nabawiyyah ʿArḍ Waqāʾiʿ Wa Taḥlīl Aḥdāth. Bayrūt: Dār Al-Maʿrifah Lil-Ṭibāʿah Wa Al-Nashr Wa Al-Tawzīʿ, 2008AD.*
13. *Carl Von Clausewitz, On War, Book VI ,Princeton, New Jersey: Princeton University Press, 2006.*
14. *Carl Von Clausewitz, On War, London: The London Reprinting, 2006.*
15. *Imām Mālik Ibn Anas, Al-MuwaṭṭaʾAbou Dhabi : Muʾassasat Zayad Bin Sultan*
16. *Muḥammad Ibn Aḥmad Al-Qurṭubī. Al-Jāmiʿ Li-Aḥkām Al-Qurʾān. Qāhirah: Dār Al-Kutub Al-Miṣriyyah, 1964AD.*
17. *Muḥammad Ibn ʿAmr Al-Wāqidī. Kitāb Al-Maghāzī. Bayrūt: Dār Al-Aʿlamī, 1989AD.*
18. *Muḥammad Ibn Jarīr Al-Ṭabarī. Tārīkh Al-Rusul Wa Al-Mulūk. Miṣr: Dār Al-Maʿārif, 1967AD.*
19. *Muḥammad Ibn Saʿd. Al-Ṭabaqāt Al-Kubrā. Bayrūt: Dār Al-Kutub Al-ʿIlmiyyah, 1990AD.*
20. *Muslim Ibn Ḥajjāj Al-Qushayrī, Al-Jāmiʿ Al-Ṣaḥīḥ*
21. *Qāḍī Thanāʾ Allāh Pānīpatī. Tafsīr Al-Maẓharī. Bayrūt: Dār Iḥyāʾ Al-Turāth Al-ʿArabī.*

22. Sayyid Quṭb. Fī Ẓilāl Al-Qurʾān. Bayrūt: Dār Al-Shurūq, 1964AD.
23. Sun Tzu, The Art Of War, Translated By Lionel Giles ,New Delhi: M.A. Publishers, 2004.
24. William Muir, Life Of Mahomet, English Edition (London: Smith, Elder & Co., 1861).